© rasailojaraid.com

پروفیسر خالد شبیر احمد
سیکرٹری جنرل مجلس احرار اسلام

''آئینہ ایسا دوں کہ تماشہ کہیں جسے''

صفحۂ قرطاس پر اگرچہ الفاظ بکھرنے کو بے قرار و بے تاب ہیں۔ لیکن سوچتا ہوں کیا لکھوں؟ کیوں لکھوں؟ اور کن کے لیے لکھوں؟ انسان، احساس، ادراک اور تعقل کے باوجود جب نہ کسی کا دکھ محسوس کرے، نہ ادراک سے کام لے اور نہ ہی عقل کو برئے کار لاتے ہوئے اُن خطوط پر زندگی بسر کرنے کا ارادہ کرے جو انسان کو دائرہ انسانیت میں رکھنے کے لیے ضروری اور لازمی ہیں تو انسان' انسان نہیں رہتا' حیوان بن جاتا ہے۔ ایسی صورت میں معاشرے کے اندر ہر طرح کی بے راہروی، ظلم و ستم اور دھاندلی اپنے عروج کو پہنچ جاتی ہے۔ کچھ ایسا ہی حال آج ہمارے معاشرے کا ہو چکا ہے جس میں ہم زندگی کے شب و روز بسر کر رہے ہیں۔ معاملہ حد سے تجاوز کر چکا، ظلم اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے۔ معاشرے کے اندر جس پر ظلم روکنے کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے' وہی ظلم کا ذریعہ اور سبب بن رہے ہیں۔ ہر شے ظلم و ستم کے بے پناہ سیلاب میں بہتی نظر آتی ہے۔ چاروں اطراف انصاف و اویلا کرتا، شور مچاتا، سر پیٹتا نظر آتا ہے۔ لیکن معاشرے کے ارباب بست و کشاد کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگتی، وہ ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ ایسے حالات میں میرے یہ چند حروف ظلم و ستم، دھونس دھاندلی، افراتفری اور بے راہروی کے اس سیلاب کو کیسے روک سکتے ہیں؟ کون ایسا جیالا اور ہمت والا ہے' جو میری اس تحریر کو پڑھ کر ظالموں کے ہاتھ سے ظلم کی وہ تلوار چھین لے گا جس تلوار سے وہ انسانیت کا خون کر کے اپنے سفلی جذبات کو تسکین کا سامان مہیا کرتے ہیں۔ حکمرانی کے روپ میں من مانی کرنا جن کا شیوہ ہو چکا ہے۔ جن کی زندگی میں نہ کوئی ضابطۂ اخلاق ہے نہ ہی منزلِ مقصود' جو محض کٹی ہوئی پتنگ کی طرح حرص و ہوس کی ہوا اور فضا میں ہچکولے کھاتے، ادھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر گرتے پڑتے زندگی بسر کرنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ مکھیوں کی طرح مٹھاس پر بھن بھن کرنا جن کا شعار ہو چکا ہے جو محض اقتدار کی خاطر جیتے اور مرتے رہتے ہیں۔ اقتدار کا چسکا جنہیں ہر دم بے قرار اور بے چین کیئے رکھتا ہے۔ ایسے لوگوں نے ہی عام انسانوں کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ کوئی ایک بات ہو تو اس کا ذکر کیا جائے یہاں تو قدم قدم پر ایسے سانحات جنم لیتے ہیں کہ سانحہ پر عمر بھر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔ عام لوگوں کے لیے تن و توش کی پرورش کرنا، تن ڈھانپنا، نان و نفقہ تک رسائی حاصل کرنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہو چکا ہے۔ ہمارے اس ملک کے لوگ جانوروں سے بدتر زندگی بسر کرنے پر مجبور کر دیئے گئے ہیں۔ انہیں بھوک میں روٹی، پیاس میں پانی، بیماری میں دوائی، سفر میں راحت، دفاتر میں عزت، معاشرے میں ترقی، تعلیم میں تربیت کی نعمتوں سے یکسر محروم کر دیا گیا ہے۔ قصرِ صدارت اور وزیر اعظم ہاؤس کی لذتوں میں مدہوش انسان کیا جانیں کہ اس وقت عام لوگوں کی حالت کیا ہے؟ وزارتوں کے رسیا اُس کرب سے کیوں واقف ہوں جو دن رات اس ملک کی اکثریت کو دیمک کی طرح چاٹ رہا ہے' انہیں تو بس کرّ و فر، نام و نمود، شان و شوکت، بیرونی دورے ''گارڈ آف آنر''نوکر چاکر، اچھی کار، اچھا بنگلہ، اچھی ''اپ ٹو ڈیٹ'' بیگم، اچھا بنک بیلنس چاہیے اور یہ سب کچھ اُنہیں مل جاتا ہے۔ جنہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

معمولی سی کاوش سے یہ سب کچھ مل جائے‘ انہیں کیا معلوم کہ رزقِ حلال کے حصول میں عام انسان کے کیا مسائل ہیں۔ بچوں کا پیٹ پالنے کے لیے ایک عام شہری کو کن جانکاہ مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ جہاں اخلاق و کردار حرص و ہوس کے سرد خانوں کی نذر ہو چکے ہوں‘ وہاں عام انسانوں کے گھر کے اندر چولہے سرد نہیں ہوں گے تو اور کیا ہوگا۔ اب تو معاشرہ ایک المیہ ہے۔ اک تماشا بن چکا ہے۔ ایک طوائف کی طرح اسے پیسہ دکھا کر اس سے جو غلط کام چاہو لے لو‘ کوئی رکاوٹ نہیں۔ حرص و ہوس کی اس دنیا میں ہر چیز بکاؤ ہے۔ جہاں صورت حال یہ ہو کہ پولیس لوگوں کو قانون کی خلاف ورزی پر نہ پکڑے بلکہ اس لیے پکڑے کہ وہ پولیس کو کیا دیتے ہیں؟ وہاں جرائم بڑھیں گے‘ کم تو نہیں ہوں گے۔ جہاں صنعت کار اور سرمایہ دار وزراء اور بڑے سرکاری اہلکاروں کو ''بھتہ'' دے کر اپنی مصنوعات کی من مانی قیمت لگانے کی اجازت لے کر غریب انسانوں کا خون چوسنے کے لیے دن رات مصروف کار ہوں۔ وہاں غربت نہیں بڑھے گی تو اور کیا ہوگا۔ جہاں عدالتیں‘ عدالتیں نہ رہیں بلکہ حکمرانوں کی مرضی و منشاء کے مطابق فیصلے کرنے پر مجبور کر دی جائیں‘ وہاں انصاف کی توقع رکھنا اپنے آپ کو دھوکا دینے کے مترادف نہیں تو اور کیا ہے۔ جہاں سیاست ایک نفع بخش تجارت بن جائے، جہاں سیاست کے نام پر برملا تجارت ہوتی ہو‘ جہاں چند خاندان ملک کی پوری معیشت پر قابض ہو کر ملک کی معیشت کے ساتھ دن رات وہی سلوک کرتے ہوں جو ایک عیاش شراب کے نشے میں بدمست ہو کر کسی شریف زادی کے ساتھ اپنے خلوت خانے میں کرتا ہے‘ وہاں غریب اور امیر کے درمیان نفرت نہیں پیدا ہوگی تو اور کیا ہوگا؟ امارت، سرمایہ پرستی ہمارے معاشرے میں اب ایک ناگن کا روپ دھار چکی ہے جو ہر انسان کو ڈستی ہے‘ اس کے زہر کا تریاق کہیں نہیں ملتا۔ ہم نے ادب و آداب کے وہ تمام سانچے ہی توڑ ڈالے ہیں جن میں ڈھل کر ایک انسان زہر کے تریاق بتانے کے قابل ہوتا تھا۔ وہ فضا اور ماحول ہی ہم نے بدل کے رکھ دیا ہے جس فضا میں انسان نیکی اور پارسائی کو اپنانے کے لیے اگر آمادہ نہیں ہوتا تھا تو مجبور کر دیا جاتا تھا کہ وہ نیکی کو اختیار کرے۔

اب تو صورت حال یکسر الٹ چکی ہے۔ یعنی جو کچھ ہمارے پاس ہے‘ اُس کے لیے اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے اور جو نہیں ہے‘ اُس کے لیے صبر اختیار نہیں کرتے۔ اس پر طرہ یہ کہ دولت کی نمائش اس قدر زیادہ ہوگئی کہ قدم قدم پر غریب شہری کو غربت اور احساس محرومی سے واسطہ پڑتا ہے۔ پہلے لوگ دولت کو زیرِ زمین دفن کر دیتے تھے۔ اب دولت کو اُچھالتے ہیں اُس کی نمائش اور اُس کا اس طور مظاہرہ کرتے ہیں کہ دیکھنے والوں کی آنکھیں خیرہ ہوں اور وہ ہماری امارت اور چودھراہٹ کے آگے سرنگوں ہو کر زندگی بسر کرنے کے لیے مجبور ہو جائیں۔ دوسری طرف جب غریب شہری دیکھتا ہے کہ ایک طرف محلات میں رہنے والوں کو زندگی کی وہ تمام نعمتیں میسر ہیں جو کبھی بادشاہوں کو حاصل تھیں اور دوسری طرف کٹیا میں رہنے والے دو وقت کی روٹی سے محروم ہیں۔ ایک کے کتے اطلس و کمخواب میں سوتے ہیں تو دوسرے کی جوان بیٹی کے سر پر دوپٹہ تک نہیں تو اس کے نفسیاتی کرب کا کون اندازہ کر سکتا ہے۔ اُس کے دل پر جو گزرتی ہے اُسے وہ لوگ کیسے جان سکتے ہیں جن کے جوتوں کی چمک کے سامنے انسانوں کے چہرے کی چمک ماند پڑ جاتی ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جو عام غریب شہریوں کے ووٹ لے کر اسمبلیوں میں جاتے ہیں۔ وہاں پر سودے بازی کر کے وزارتیں حاصل کرتے ہیں۔ پھر وزارتیں حاصل کر کے ایسی حکمت عملی تیار کرتے ہیں جن کا مقصد عام

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شہریوں کی معاشی حالت کو مزید کمزور کرنا ہوتا ہے تا کہ وہ اپنی معاشی بدحالی کی وجہ سے اُن کی سیاست سرداری اور سیاسی و معاشری برتری کے سامنے سجدہ ریز رہیں۔ کہ خوشحال ہوگئے تو پھر صورت مختلف ہوگی۔ اور یہاں اس سارے فراڈ کا نام جمہوریت ہے۔ جس پر ہمارے سیاست دان شرماتے نہیں‘ اتراتے ہیں۔ جو کچھ اس وقت ہمارے ملک کے اندر جمہوریت کے نام پر ہو رہا ہے کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اس پر آمریت بھی سرنگوں اور شرمسار ہے۔ وہ بادشاہت کہ جس کو آج کے جمہوری پیشہ ور گالیاں دیتے ہیں۔ اُس بادشاہت میں تو بادشاہ بھیس بدل کر رات کو اپنی نیند حرام کر کے اپنے محلات سے باہر نکلتے تھے اور معلوم کرتے تھے کہ رعایا کس حال میں ہے۔ کوئی رات کو بھوکا تو نہیں سویا، کہیں کسی پر ظلم تو نہیں ہوا، کوئی ایسا تو نہیں جسے انصاف نہ ملا ہو۔ اُسے انصاف مہیا کیا جائے۔ کوئی ایسا تو نہیں جس کا کوئی پرسان حال نہ ہو‘ اُس کا حال معلوم کر کے اس کی مصیبت کا مداوا کیا جائے۔ آج اس نام نہاد جمہوریت کے دور میں کسے فرصت ہے کہ وہ غریب، مجبور اور مقہور شہریوں کے حالات معلوم کرتا پھرے۔ جنہیں بیرونی دوروں سے پریس کانفرنسوں سے، اسمبلی کے اجلاسوں سے، باہمی مشاورت، بے ہودہ اور بیکار تقریروں اور لوگوں کو دھوکا دینے کے لیے طفل تسلیوں سے فرصت نہیں وہ کیا لوگوں کے حالات معلوم کریں گے۔ بے کار مصروفیات سے وہ فارغ ہوں تو لوگوں کے حالات معلوم کریں، مشکلات کو دیکھیں، مسائل کو سنیں اور انہیں حل کریں۔ بلکہ اس کے برعکس حکومتی وزراء اور اہلکار برملا اس بات کا اعلان کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی جادو کا چراغ نہیں ہے کہ تمام مسائل راتوں رات حل کر لیے جائیں۔ لہٰذا عوام کو صبر اور سکون کے ساتھ تکلیفیں برداشت کرنی چاہیے۔ ان شاء اللہ جلدی حالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ ہم ایسے منصوبے بنا رہے ہیں کہ جن سے موجودہ تکلیف دہ صورت تبدیل ہو جائے گی اور یہ مسلسل پچھلے چھپن برسوں سے دن بدن زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے۔ ہماری تحقیق کے مطابق اس ملک کے حکمران خود اس معاشی بدحالی، غربت اور لوگوں کے احساس محرومی کا باعث بنتے ہیں۔ مثلاً اس وقت ایک عام شہری کو سب سے زیادہ تکلیف بجلی کی گرانی سے ہے۔ بجلی کا بل نہیں آتا بلکہ بجلی کا کرنٹ لگتا ہے۔ بجلی جتنی ضروری ہے اس سے کہیں زیادہ مہنگی ہے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ بجلی کی اس مہنگائی کے ذمہ دار ہمارے حکمران ہیں‘ جنہوں نے بیرونی کمپنیوں سے اربوں روپے رشوت لے کر انہیں من مانی قیمت لگانے کی اجازت دے دی تھی۔ یہی صورت حال کم و بیش ہر قسم کی مہنگائی میں موجود ہے۔ جنرل صاحب کئی بار اپنی تقریروں میں کہہ چکے ہیں کہ ہم عوام کے لیے بجلی سستی نہیں کر سکتے۔ اگر آپ بجلی سستی نہیں کر سکتے تو کم از کم اپنے بیرونی دورے ہی کم کر دیں‘ حکومتی اخراجات میں کمی کر کے عوام کے لیے کچھ ایسی مراعات مہیا کر دیں جس سے انہیں زیادہ نہیں تو کچھ آسانی ہو جائے۔ آخر عوام کہاں جائیں اور کیا کریں؟ گوشت مہنگا، سبزی مہنگی، دال مہنگی، علاج مہنگا، تعلیم مہنگی، سفر مہنگا، تیل پٹرول مہنگا۔ اس ملک کے اندر صرف ایک چیز ہی سستی ہے اور وہ ہے قتل و غارت۔ ہر شہر، ہر گاؤں، ہر موڑ، ہر سڑک پر قتل و غارت کا بازار گرم ہے۔ دو آدمی موٹر سائیکل سوار آتے ہیں اور جس کو چاہتے ہیں، قتل کر کے چلے جاتے ہیں۔ یہ موٹر سائیکل سوار آخر کون ہیں جو پچھلے کئی برسوں سے گرفتار نہیں ہو رہے۔ یہ لوگ چاہیں تو مولانا اعظم طارق جیسی معروف اور توانا شخصیت کو قتل کر دیں جن کے ووٹ سے موجودہ حکومت کی تشکیل ممکن ہوئی۔ وہ چاہیں تو ملک کے بڑے سے بڑے آدمی کو قتل کر دیں۔ انہیں روکنے ٹوکنے والا کوئی نہیں۔ جو حکومت لوگوں کے جان، مال، عزت، آبرو کی حفاظت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

نہیں کر سکتی، اُسے حکومت کرنے کا کیا حق ہے؟

جاوید ہاشمی گرفتار ہو گئے ۔ نہ کہیں اُن کی ایف آئی آر اور نہ اُن کے بارے میں کسی کو معلوم ہے کہ وہ کہاں گم ہو گئے ہیں ۔ پولیس انکاری ہے کہ اس نے انہیں گرفتار نہیں کیا۔حکومت اقراری ہے کہ انہوں نے قانون کی حدود سے تجاوز کیا ہے۔لہٰذا جو بھی قانون توڑتا ہے، دھر لیا جاتا ہے۔اس گرفتاری کے لیے رٹ عدالت میں دائر کی جاتی ہے لیکن حکومت عدالت کے سامنے بھی ایف آئی آر پیش نہیں کرتی ۔ رشتے داروں کی درخواست کہ اُنہیں ہاشمی صاحب سے ملنے کی اجازت دی جائے، مسترد کر دی جاتی ہے ۔ یہ سب کیا ہے اور کیوں ہے؟ اگر جاوید ہاشمی نے بالفرض قانون کی خلاف ورزی کی بھی ہے تو اُن کے خلاف قانون کے مطابق کارروائی کیوں نہیں کی جاتی ؟ کیا ن قانون یہ نہیں کہتا کہ گرفتار ہونے والے شخص کو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر نزدیک ترین عدالت میں پیش کر کے مجسٹریٹ کو اُس الزام سے آگاہ کیا جائے جس کے تحت اُس کی گرفتاری عمل میں لائی گئی ہے اور مزید حراست کے لیے مجسٹریٹ سے اجازت لی جائے۔ جسے پولیس ریمانڈ کہا جاتا ہے۔کیا یہ سب کچھ دھاندلی نہیں ہے۔قانون کی خود تعمیل نہیں کرتے ہو اور الزام دوسروں پر دیتے ہو۔وزیر اعظم صاحب اس گرفتاری پر فرماتے ہیں کہ آئین کے تحت عدلیہ اور فوج پر انگلی نہیں اُٹھائی جا سکتی۔قاضی حسین احمد نے اس کا درست جواب دیا ہے کہ فوج اور عدلیہ اب اس قابل نہیں رہی کہ اُن پر انگلی نہ اٹھائی جائے۔ وہ اس حیثیت میں نہیں کہ اُنہیں تنقید سے بالاتر قرار دے دیا جائے۔فوج کا وہ حصہ جو ملکی سیاست میں ملوث ہو چکا ہے، اُس پر تنقید ہو سکتی ہے اور جو عدالت غیر جانبدار نہیں، اُس پر بھی دونوں پر تنقید جائز ہے۔جس طرح کسی فوجی جرنیل کا ملک کے منتخب وزیر اعظم کو اُس کے منصب سے ہٹا کر اقتدار کے تخت پر بیٹھ جانا جائز ہو گیا ہے اور عدلیہ کا اس اقدام کو صحیح قرار دینا اور اسے (جنرل صاحب کو) آئینی ترامیم کا حق بھی عطا کرنا جائز ہو گیا ہے۔ویسے عدلیہ اور فوج پر تنقید کرنا بھی اب جائز ہے۔قانون تو ہر ایک کے لیے ایک جیسا ہوتا ہے ۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ حکمرانوں کے لیے قانون اور ہو اور شہریوں کے لیے اور، حکومت کے لیے قانون اور ہو اور اپوزیشن کے لیے قانون اور۔ وزیر اعظم صاحب اسے قانون نہیں کہتے، دھاندلی کہتے ہیں۔جس کے خلاف ہر محبِّ وطن کو صف آرا ہونا چاہیے اور ہم بھی صف آراء ہیں اور ان شاءاللہ رہیں گے ۔اس لیے بھی کہ یہ ہمارا ایک دینی فریضہ ہے ،جس کا ادا کرنا موجودہ حالات میں ضروری اور لازمی ہے۔حضور اکرم ﷺ کا تاریخی ارشاد تاریخ کے اوراق پر سنہری حروف سے لکھا ہوا آج بھی موجود ہے:

''پہلی قومیں اس لیے تباہ و برباد ہو گئیں کہ اُن کے قانون محض غریب اور کمزور لوگوں کے لیے تھے۔خدا کی قسم! اگر میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی چوری کرتی تو میں اُس کا ہاتھ بھی کاٹنے کا حکم دے دیتا۔''

اسے قانون کہتے ہیں۔آپ کس قانون اور آئین کی بات کرتے ہیں جس کے آپ خود پابند نہیں ۔ جابر سلطان کے سامنے کلمۂ حق کہنا بھی دین کا حکم ہے ۔ وہ دین جو آپ کو اس لئے زیادہ پسند نہیں کہ اُس دین میں غلط کاموں سے روکنے اور ٹوکنے کا حکم ہے ''**امر بالمعروف ونھی عن المنکر**'' دین حقہ کا وہ فریضہ ہے جس کا ادا کرنا ہم ضروری سمجھتے ہیں ۔ یہ ہمارا دینی فریضہ بھی ہے اور آئینی اور قانونی حق بھی ہے ۔حکومت کی غلط حکمت عملیوں پر غلط کاموں پر تنقید کرنا ہر شہری کا آئینی حق ہے ۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حکومت کے ایسے کام جو ملکی مفاد کے خلاف ہوں اُن پر اگر ہم تنقید نہیں کرتے تو ہم خود مجرم ہیں۔ خدا کے فضل سے ایسے جُرم کا نہ کبھی ہم نے پہلے ارتکاب کیا ہے اور نہ آئندہ کوئی ایسا ارادہ ہے۔ کیونکہ ہم اس ملک کے اندر رہتے ہیں۔ اس ملک کے ساتھ ہماری نسلوں کا مستقبل وابستہ ہے۔ اس ملک کا ہم کھاتے ہیں اس ملک کا ہم پہنتے ہیں۔ ہمارے جسم کے ہر ریشے کی آبیاری اس ملک کی غذا اور فصل سے ہوئی ہے اور پھر یہ ملک ہمیں اس لئے بھی عزیز ہے کہ اسلام کے نام پر وجود میں آیا ہے۔ اس ملک کے قیام کے لئے سرزمین پاک و ہند کے مسلمانوں نے بڑی عظیم قربانیاں دی ہیں۔ لاکھوں نہیں کروڑوں بے گھر ہوئے، ہزاروں عصمتیں لوٹ لی گئیں، بڑھاپے بے سہارا ہوئے، بچے یتیم ہوئے، عورتیں بیوہ ہوئیں، تب جا کر یہ ملک آزاد ہوا، انگریز بہادر نے یہ ملک کوئی طشتری میں رکھ کر ہمیں پیش نہیں کر دیا تھا اس ملک کو آزاد کرانے کے لئے غیرت مندوں اور حُریت پسندوں نے بے پناہ قربانیاں پیش کیں۔ قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں، اور اپنے جسموں پر انگریزی تشدّد کو برداشت کیا، تب یہ ملک انگریز کی غلامی سے آزاد ہوا۔

ہمارے حکمرانوں کو اس بات کا بھی احساس ہونا چاہیے کہ حکومت اور ریاست کے درمیان ایک بنیادی فرق موجود ہے حکومت ریاست کا ایک حصہ ہے ریاست نہیں ہے۔ حکومت پر تنقید، ریاست پر تنقید نہیں ہے کہ آپ ایک شخص کو فوراً اس لئے غدار قرار دے دیں کہ وہ حکومت کے غلط کاموں کو نشانہ تنقید بناتا ہے اس جھمیلے میں حکومت کو نہیں پڑنا چاہیے آپ حکومتی دائرے کے اندر رہ کر، اگر کچھ کر سکتے ہیں تو عوام کی خدمت کریں انہیں معاشی بدحالی سے نکال کر خوشحالی کے سپرد کرنا اس وقت عوام کی سب سے بڑی خدمت ہے۔ وزیراعظم صاحب! ہمیں ڈرایئے نہ، کچھ کر کے دکھایئے ہم آپ کو خوش آمدید کہنے کے لئے ہر وقت تیار ملیں گے۔ باقی رہ گیا فوج کا معاملہ تو یہ فوج پہلے پاکستان کی فوج ہے۔ اس کے بعد عوام کی، پھر کہیں جا کر آپ کی اور جنرل صاحب کی ہے۔ اس لئے فوج عوام کی ہے، عوام فوج کی، آپ تو بادِ خزاں کے جھونکے کی طرح آئے ہیں، گزر جائیں گے۔ پاکستان اور پاکستان کی فوج آج بھی ہے، اور ان شاء اللہ اپنے عوام کے ساتھ قیامت تک موجود رہے گی۔ لہٰذا آپ کو فوج کا غم نہیں کرنا چاہیے۔ عوام کا غم زیادہ مقدم ہے، کوئی کارنامہ کر کے دکھایئے ہم آپ کے مداحوں میں ہونگے۔ بغیر کسی کام کے ستائش ہم سے عبث ہے کہ ہم خوشامدی نہیں ہیں اور یہ خوشامدی لوگوں کا وطیرہ ہے۔ معاف کرنا ہم وہ نہیں ہیں۔ ہم تو اس ملک کے اندر اُن لوگوں کی صدائے بازگشت ہیں جو سر ہتھیلی پہ رکھے انگریزی جبر و تشدّد کے ساتھ ٹکرا گئے۔ اُنہوں نے برطانوی سامراج کو اُس وقت للکارا تھا جب اُس کی سلطنت پر سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ آپ کی طرح آپ کے اسلاف بھی ہمارے اسلاف کو یہی مشورہ دیتے تھے کہ انگریز بہت بڑی ''سپر پاور'' ہے اس سے ٹکرانا بے وقوفی ہے۔ معاف کرنا انگریز رہا اور نہ یہ امریکہ رہے گا، رہے نام اللہ کا...... جو سب سے بڑا ہے۔ اور جس کی طاقت کے سامنے کوئی بڑے سے بڑا بھی دم نہیں مار سکتا۔ ہم اُسی اللہ کے نام لیوا ہیں اُسی اللہ کی عبادت کرنے والے ہیں اور اُسی اللہ کے پیغمبر آخرالزمان کی اُمت ہیں۔ جس کے بعد نہ کوئی دوسرا آیا ہے اور نہ آئے گا۔ اُسی کے لائے ہوئے لائحہ عمل پر چلیں گے تو دنیا و آخرت میں نجات ملے گی ورنہ دونوں جہانوں میں رسوائی اور ذلت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔

© rasailojaraid.com